

ملفوظات حکیم الامت کے حوالے سے
حضرت تھانویؒ کے ماصوں پر
اعتراض کا مدلل جواب

بقلم: مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی

پی ڈی ایف: العبد مسعود اعجازی

ملفوظات حکیم الامتؒ کے حوالے سے
حضرت تھانویؒ کے ماموں پر اعتراض کا
مدلل جواب

مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی

حکیم الامت مجدد دین و ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات علوم و معارف کا گنجینہ ہیں شیخ الاسلام استاذ
محترم حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی دورہ حدیث کے
فارغ التحصیل علماء کو خاص طور پر جن کتابوں کے مطالعہ کی تلقین
کرتے ہیں ان میں سر فہرست ملفوظات حکیم الامت ہے اس سے آپ
ان ملفوظات کی وقعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، مگر عقل و شعور سے پیدل
تعصب سے مغلوب اہل السنۃ والجماعۃ کے دیرینہ دشمن فرقہ رضاییہ
کے علماء ان ملفوظات پر مختلف قسم کے اعتراضات اپنی جہالت کی وجہ
سے کرتے رہتے ہیں انہی اعتراضات میں سے ایک اعتراض ملفوظات
میں حکیم الامتؒ کے ماموں پر بھی ہے جسے بعض رضاخانی نام نہاد
مناظرین (۱) نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اس مضمون میں ہم
انشاء اللہ اسی اعتراض کا مدلل و منہ توڑ جواب دیں گے
اعتراض:

ایک واقعہ ان ہی ماموں صاحب کا اور یاد آیا حیدر آباد سے اول بار
کانپور تشریف لائے تو چونکہ جلے بھنے بہت تھے ان کی باتوں سے
لوگ بہت متاثر ہوئے عبد الرحمن صاحب مالک مطبع نکاحی بھی ان سے
ملنے آئے اور ان کے حقائق و معارف سن کر بہت معتمد ہوئے

عرض کیا حضرت وعظ فرمائیے تاکہ مسلمان منتفع ہوں ماموں صاحب نے اس کا جواب عجیب آزادانہ رمدانہ دیا کہا کہ خان صاحب میں اور وعظ صلاح کار کجا من خراب کجا۔ پھر جب زیادہ اصرار کیا تو کہا ہاں ایک طرح کہہ سکتا ہوں اس کا انتظام کر دیجئے عبد الرحمن خان صاحب بے چارے متین زبرگ تھے سمجھے ایسا طریقہ ہو گا جس کا انتظام نہ ہو سکے۔ یہ سن کر بہت اشتیاق ہوا پوچھا کہ حضرت وہ طریقہ خاص کیا ہے ماموں صاحب بولے کہ میں بالکل ہنگامہ بازار میں ہو نکلوں اس طرح کہ ایک شخص تو آگے سے میرے عضو تناسل کو پکڑ کر کھینچے اور دوسرا پیچھے سے انگلی کرے اور ساتھ میں لڑکوں کی فوج ہو اور وہ یہ شور مچائے جائیں بھڑا رہے بھڑوا رہے رے بھڑوا اس وقت میں حقائق و معارف بیان کروں کیونکہ ایسی حالت میں کوئی گمراہ تو نہ ہو گا سب سمجھیں گے کہ کوئی مسخرہ ہے محمل باتیں کر رہا ہے

(ملفوظات)

جواب :

ملفوظات کی اس عبارت کو بنیاد بنا کر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یا علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر بے ہودہ اعتراض کرنا نہ صرف جہالت بلکہ ضد و تعصب ہے۔

اولاً : اس لئے کہ جس عبارت پر ان رضاخانیوں کو اعتراض ہوا وہ ”ملفوظات“ کی عبارت ہے اور بزرگان دین کے ملفوظات رضاخانیوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے۔ چنانچہ مناظرہ جھنگ کا شکست خوردہ مولوی اشرف سرگودھوی کا لڑکا مولوی نصیر الدین سیالوی اپنی کتاب میں ملفوظات کے حوالے سے لکھتا ہے :

”اس حدیث کو باوجود راویوں کے ثقہ ہونے کے موضوع قرار دیا گیا ہے تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ کے راوی ثقہ ہوں لیکن واقعہ صحیح نہ ہو.... بزرگوں کے مملو خات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں۔“

(مہارت اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج: ۱، ص: 391، 392، مطبوعہ

مکتبہ نوشہ کراچی)

پس جب خود رضا خانیوں کو بھی یہ اصول تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے مملو خات میں اکثر غلط باتیں ان سے منسوب ہو جاتی ہیں اس لئے مملو خات پر مشتمل کتب معتبر نہیں ہوتیں اور بعض اوقات ناقل باوجود ثقہ ہونے کے ایسی بات نقل کر دیتا ہے جو غلط اور بے اصل ہوتی ہے، تو اس سب کے باوجود کیا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مملو خات کی اس مہارت کو قطعی اور اس واقعہ کو یقینی باور کر کے علمائے دیوبند پر اتنی گھنے الزام تراشی کرنا کیا یہ کھلی ہوئی جہالت، ضد اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں؟

ثانیاً: اشرف السوانح کے اندر حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ناموں کا تفصیلی ذکر و سوانح موجود ہے اور ان کا شمار صوفیہ کے ”علامتی فرقے“ میں کیا گیا ہے۔ مہارت ملاحظہ ہو: ”ان سب مجموعہ حالات نے انہیں کچھ ایسے بنادیا تھا جیسا کہ درویشوں میں ایک ”فرقہ ملائیہ“ مشہور ہے۔“

(اشرف السوانح، ج: ۱، ص: 229، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

فرقہ ملائیہ کیا ہے؟

چار نمین کرام ”فرقہ ملائیہ“ صوفیہ میں ایک گروہ ہے جو عوام کے

درمیان ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جن کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اور ان کا مقصود ان افعال سے لوگوں کے درمیان اپنے نفس کے تکبر کو ختم کرنا ہوتا ہے تاکہ جب لوگ ان کاموں کی وجہ سے ان کو برا بھلا کہیں گے تو انکے نفس کا تکبر، انا اور بڑا پن ختم ہو گا جو اصلاح باطن کی روح ہے۔

ولی کامل حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داتا صاحب اس گروہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں :

”سکنت طائفة من المشائخ الطريقة طریق الملائمة، والملائمة خلوص المحبة
تاخیر عظیم، و مشرب تام۔“

(کشف المحجوب، ص 259)

ترجمہ: مشائخ طریقت کی ایک جماعت نے ملامت کا طریقہ پسند فرمایا ہے۔ کیونکہ ملامت میں خلوص و محبت کی بڑی تاخیر اور لذت کامل پوشیدہ ہے۔

پھر آگے حضرت ملامت کی تین قسمیں بیان کرتے ہوئے تیسری قسم کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

”و ملایة الترك هي ان يكون الكفر والضلالة الطبعی ممتنعان من شخص حتى يقول بترك الشريعة و اتباعها، و يقول ان ما يفضله ملایة و يكون هذا طريقه فيها، ام من يكون طريقه الاستقامة و عدم مزاولة النفاق و الكف عن الرياء فلکا خوف عليه من ملایة الخلق و يكون في كل الاحوال على مسلك و يستوی لديه ای اسم یسمونه به۔“

(کشف المحجوب، ص 261)

ترجمہ: (ملامتیہ کی ایک تیسری قسم ہے) کہ دل میں تو کفر و ضلالت

سے طبعی نفرت بھری پڑی ہو بظاہر شریعت کی اتباع نہ کرے اور خیال کرے کہ ملامتی طرے قے پر ایسا کر رہا ہوں اور یہ ملامت کا طریقہ اس کی عادت بن جائے اس کے باوجود دین میں مضبوط اور راست رو ہو لیکن ظاہر طور پر بغرض ملامت نفاق و ریا کے طور طرے قے پر دین کی خلاف ورزی کرے اور مخلوق کی ملامت سے بے خوف ہو کر وہ ہر حال میں اپنے کام سے کام رکھے خواہ لوگ اسے جس نام سے چاہیں پکاریں۔

پس حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں بھی ملامتیہ کے اسی فرقے سے تھے اور بظاہر اس طرح کی باتیں کر کے ان کا مقصود یہی تھا کہ لوگ ان پر ملامت کریں اور یوں یہ اپنے مقصود کو پہنچے۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ آج کے رضاخانی حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داتا صاحب کے نام پر عوام کے نکلنے کھارہی ہے مگر دوسری طرف صوفیہ کے جس فرقے کو وہ اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں اس پر آج کے یہ رضاخانی اس طرح کے بے ہودہ اعتراض کر رہے ہیں۔

اسی ملامتی گروہ کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ ملامتیوں کی طبیعت کسی امر سے اتنی نفرت نہیں کرتی جتنی لوگوں میں عزت و منزلت پانے سے انہیں نفرت ہوتی ہے :

”اعلم ان هذا الطبع لا يكون اشد نفورا من حضرة الله تعالى بشئ الا بالتقدير الذي يكون كافيا لجأه الخلق“
(کشف المحجوب، ص 263)

پس حضرت کے ان ماموں کا مقصد بھی اس قسم کی باتوں سے یہی تھا

کہ لوگ انہیں ملامت کریں اور اس طرح یہ اپنے مقصود کو حاصل کریں۔ حضرت بھویری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اسی باب میں نقل کرتے ہیں :

”ویروی عن السید ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ انہ سئل ارایت نفسك عن قد بلغت المراد ایدا؟ قال نعم رایت ذالک مرتین مرة کنت قد رکبت سفینة لم یعرفنی بها احد، وکنت الیس خلقا و قد طال شعری وکنت علی حال کان اهل السفینة معه یسخرون منی و یهزاون بی، و کان مع القوم مخرج یاتی الی کل لحظة و یشد شعری و یشترط منی و یشترط بی علی سبیل السخریة و کنت احد نفسی علی مرادی افرح بذل نفسی الی ان بلغ السرور یوما غایتہ بان قام المخرج و تبول علی“۔

(کشف المحجوب ص 265)

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا آپ نے کبھی اپنے مقصد میں کامیابی دیکھی؟ انھوں نے فرمایا ہاں دو مرتبہ ایک اس وقت جب میں کشتی میں سوار تھا اور کسی نے مجھے نہیں پہچانا کیونکہ میں پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور بال بھی بڑھ گئے تھے ایسی حالت میں کشتی کے تمام سوار میرا مذاق اڑا رہے تھے ان میں ایک مسخرہ اتنا جبری تھا کہ وہ میرے پاس آکر میرے بال نوچنے لگا اور میرا مذاق اڑانے لگا۔ اس وقت میں نے اپنی مراد پائی اور اس خراب لباس اور شکستہ حالی میں مسرت محسوس ہوئی یہاں تک میری یہ مسرت بایں سبب انتہاء کو پہنچی کہ وہ مسخرہ اٹھا اور اس نے مجھ پر پیشاب کر دیا۔

غور فرمائیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں کی بات اور

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ میں مال کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں کہ وہ شخص اٹھا بیٹھا ہو اپنا آلہ تناسل مجھ پر پکڑ کر پیشاب کر دیا اور اسی وقت میں مراد کو پہنچا اور اسی قسم کی بات حضرت کے ان ماموں صاحب نے کہی فرق یہ ہے کہ انھوں نے صرف ایسی خواہش کا اظہار کیا اور حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بالفعل ذکر کر رہے ہیں۔

غرض اس گروہ کا مقصود اسی قسم کی باتیں یا حرکات کر کے اپنے مقصود تک پہنچنا ہوتا ہے مگر یہ باتیں ان رضاخانی جاہلوں کو کون سمجھائے جنہیں تعصب نے اندھا بہر کر دیا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ جمہور مشائخ نے اس طریقہ اصلاح نفس کو پسند نہیں کیا۔

نائب: اشرف السوانح جلد اول ص ۶۵، ۷۵ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں ”مجنوب“ بھی تھے۔ اور مجاذیب کے متعلق رضاخانی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں ان سے شیطیحات ظاہر ہوتی ہیں بلکہ مفتی حنیف قریشی بریلوی صاحب نے تو ”گستاخ کون“ میں اپنا پورا ایک رسالہ شیطیحات اولیاء کے بارے میں شامل کیا ہے۔ پس حضرت کے یہ ماموں بھی چونکہ مجنوب تھے لہذا ان کے اس قول کو جو ملفوظات میں مذکور ہے ہمیں اس کو ان کی شیخ پر محمول کرنا چاہئے رضاخانیوں کو شرم کرنی چاہئے کہ مجاذیب کے متعلق تو بقول بریلویوں کے فرشتے بھی اپنے قلم روک لیتے ہیں مگر ان کم بختوں کے قلم یہاں بھی چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

ہیں۔

احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات میں ایک مجذوب کا واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے :

”سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ مشہور مجاذیب میں سے تھے احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں۔ زمانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ و قاضی جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کیلئے گئے انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں جب لوگوں کی آہ و زاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھائے اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی طرف جانب منہ اٹھا کر فرمایا میں بھیجے یا اپنا سہاگ لیجئے یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اٹھ آئیں اور جل تھل بھردے۔ ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے اور انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلئے اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا چوڑیاں اور زیور اور زمانہ لباس اتارا مسجد کو ہوئے خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریرہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا خاوند جی لایموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کے لئے دیتے ہیں اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔“

(ملفوظات، حصہ دوم، ص: 208، فرید ہک سال لاہور)

آل قادیون نواب احمد رضا خان بڑیچ کی ذکر کردہ اس حکایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱)۔ یہ موصوف جسے خان صاحب اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں
زنانہ لباس پہنتے تھے جو مردوں پر حرام ہے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ
نے ایسے مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار
کریں۔

(۲)۔ لباس بھی سرخ یہ بھی مردوں کیلئے جائز نہیں۔

(۳) زیورات جو ظاہر ہے طلائی ہوں گے یہ بھی مردوں کیلئے حرام۔

(۴)۔ موصوف نماز جمعہ تک نہیں پڑھتے تھے اور اس مبارک وقت

میں بازاروں میں گھومتے تھے جو بغض البلاد الی اللہ ہیں۔

(۵)۔ موصوف کا دعویٰ تھا کہ مرد ہونے کے باوجود وہ معاذ اللہ کسی
کی بیوی ہیں۔

(۶)۔ ان صاحب کا دعویٰ تھا کہ ان کے خاوند ہی لا یموت جس کی
شان اللہ اکبر ہے یعنی اللہ تعالیٰ ان کے خاوند ہیں استغفر اللہ نقل کفر
کفر نہ باشد۔

اب ان تمام کفریات و بکواسات کے باوجود بقول نواب بریلی کے یہ
موصوف اللہ کے اتنے بڑے ولی اور مستجاب الدعوات تھے کہ لوگ
ان سے دعاؤں کی درخواست کرنے آتھے ان کی دعاؤں سے بارشیں
برستی تھیں قحط سالی دور ہوتی تھی، پس ان تمام کفریات و غیر شرعی
امور کے ارتکاب کے باوجود جو تاویل ان صاحب کو ولی ثابت کرنے
کیلئے رضا خانی صاحبان کریں وہی تاویل ملفوظات کے مندرجہ بالا حوالے
کے حاشیہ پر بھی رقم فرمادیں۔

اسی طرح ان کی سوانح حیات میں ایک مہذوب کا ذکر ان الفاظ میں ملتا
ہے :

”(ایک مرتبہ خود) اعلیٰ حضرت نے فرمایا بریلوی میں ایک مہذب بشیر الدین اخوند زادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے جو کوئی ان کے پاس جاتا تھا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے تھے مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا....“۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص:، تجلیات امام احمد رضا، ص: 47 برکاتی پہلی شریز کراچی)

کہئے یہاں تو ایک مہذب عورتوں کا لباس پہن کر خود کو اللہ کی بیوی معاذ اللہ باور کرا رہے ہیں اور دوسرے مہذب صاحب ہمیشہ نگے رہتے اور خوب موٹی موٹی گالیاں لوگوں کو دیتے مگر اس کے باوجود احمد رضا خان صاحب نہ صرف ان کی تائید کرتے ہیں بلکہ ان سے دعائیں لینے جاتے ہیں۔ پس جو جواب رضا خانی ان دو واقعات کا دیں وہی ہماری طرف سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ماموں کے متعلق تصور کر لیں۔

ماکان جوابکم فہو جوابنا

رابعاً: معترضین ”ملفوظات“ کی عبارت نقل کرنے میں بدترین خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ معترضین اگر ملفوظات ج ۹ ص ۲۱۲ کا حوالہ دیتے وقت اگر ملفوظات ج ۹ ص ۲۱۲ یعنی اس سے اگلے صفحے کی عبارت بھی نقل کر دیتے تو ہمیں اس کا جواب دینے کی بھی ضرورت پیش نہ آتی۔ اس ملفوظ کے اگلے صفحے پر ہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول موجود ہے کہ ان کی انہی باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے میں نے اپنے ان ماموں سے ترک تعلق کر دیا تھا اور ان کیلئے دعا کی تھی کہ خدا آپ کو شریعت کی اتباع کی توفیق دے اور حضرت حاجی

صاحب کے خواب کا ذکر بھی کیا کہ مجھے ان کے پاس بے ٹخنے سے منع کیا۔ ملاحظہ ہو:

”گو میرے ماموں تھے مگر پھر بھی میں نے اوروں کی مصلحت کی خاطر ان سے بالکل کنارہ کر لیا تھا۔ ادھر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روحانی دستگیری فرمائی خواب میں فرمایا کہ اپنے ماموں کے پاس مت بے ٹھا کرو خارش ہو جائے گی۔ اہل تعبیر نے بتایا کہ خارش اور جذام کی تعبیر بدعت ہے چاہے غلبہ حال سے معذور ہوں لیکن حقیقت تو بدعت ہے میں نے دیکھا کہ عوام پر ان سے میرے تعلق کا برا اثر پڑتا ہے جب یہاں تک نوبت پہنچ گئی اور ادھر دیکھا کہ جس غرض سے میں نے ان سے رجوع کیا تھا وہ غرض بھی حاصل نہ ہوئی یعنی رفع پریشانی بلکہ اور الٹی پریشانی بڑھ گئی تو ادب سے غدر کر دیا اور ادب سے تبلیغ بھی کر دی یعنی میں نے ان کو خط میں یہ بھی لکھ دیا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ آپ کا حال اور قال شریعت کے موافق ہو جائے۔“

(الاضافات الیومیہ، ج: ۹۔ ص: 213، مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ)
پس جب خود حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مجدد کے ان افعال کو نئے رشرعی قرار دے کر ان سے لاتعلقی کا اظہار کر دیا بلکہ ان کیلئے دعا بھی کی ان کو تنبیہ بھی کی تو اس کے باوجود ان تمام افعال کو ان کے سر تھوپنا اور اس کو بنیاد بنا کر پوری جماعت کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا کیا کھلا ہوا دجل و فریب نہیں؟

باقی جو بعض معترضین اس ملفوظات کی بنیاد پر دشنام طرازی کرتے ہوئے حضرت تھانویؒ سے اپنے دلی بغض کا اظہار کرنے کیلئے یہ کہتے

ہیں کہ اگر ہم تھانوی صاحب کے ماموں کو..... یا تھانوی کو ان کے
 ماموں کی نسبت سے ماموں کا بھانجا کہہ دیں تو دیوبندیوں کو برا
 نہیں منانا چاہئے تو اگر اس کے جواب میں ہم احمد رضا خان کے مندرجہ
 ذیل شعر کو بنیاد بنا کر احمد رضا خان کو ”آوارہ کتا“ کہنے لگ جائیں تو یقیناً
 آپ کو برا نہیں لگنا چاہئے:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
 تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

(حدائق بخشش، حصہ اول، ص ۴۴، مدینہ پبلیشنگ کراچی)

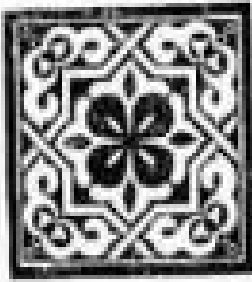
باز آ اپنی خوئے بد سے یار
 ورنہ ہم بھی سنائیں گے دو چار
 بریلوی اپنے گھر کی خبر لیں

میاں شیر محمد شرقپوری کے بارے میں ان کے سوانح نگار نے لکھا:
 ”شرقپور شریف کا واقعہ ہے میاں صاحب ”ایک صبح اپنے مکان میں
 بیٹھے تھے ان کا مکان رفتہ رفتہ ایک خانقاہ کی شکل اختیار کر گیا تھا
 اچانک ایک بڑھیا اندر چلی آئی اور بڑے درد سے بولی بابا! بابا تم
 بہت سے لوگوں سے سلوک کرتے ہو میری بھی ایک آرزو پوری
 کرو۔ میں نبی کریم ﷺ کا روضہ دیکھنا چاہتی ہوں۔ میاں صاحب
 نے نرمی سے کہا مائی درود شریف پڑھا کرو اور پڑھتے وقت خیال کر لیا
 کرو کہ تم وہیں ہو۔ بڑھیا نے اسی وقت یہ تصور کر کے درود شریف
 پڑھا اور بے اختیار پکار اٹھی ”خدا کی قسم میں روضے کے سامنے
 ہوں۔ میں روضے کے سامنے ہوں۔“ میاں صاحب ”کی پیشانی پر بل
 پڑ گئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ:

”لوگ کسی بھڑوے کا پردہ بھی نہیں رہنے دیتے“
 بھڑوے کا لفظ انہوں نے اپنے لئے کہا تھا نقل میں تبدیلی ماروا
 ہے اس لئے یہاں بجنسہ یہ لفظ دہرایا ہے وہ اس طرح اپنا نفس
 مارتے تھے۔ یہ شیوہ میاں صاحبؒ ہی کا نہیں تھا ناموروں میں
 بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ (منہج انوار، ص: 49، مطبوعہ اویسی
 بک شال گوجرانوالہ)

اس کتاب کو مرتب کرنے والے بریلوی پھر طریقت جمیل احمد
 شرقپوری کے صاحبزادے جلیل احمد شرقپوری ہیں۔ بقول بریلویوں
 کے خود کو ”بھڑوا“ کہنا نفس کو مارنے کا ایک طریقہ ہے اور اس
 کی نامور لوگوں یعنی بزرگان دین میں بہت سی مثالیں ملتی ہیں اب
 اگر ہم اس واقعہ پر شرم و حیا کا جامہ اتار کر اسی طرح لب کشائی
 کریں جس طرح رضاخانی ملفوظات کی عبارت پر کرتے ہیں تو یقیناً
 انہیں برا نہیں لگنا چاہئے کہ

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہو ویسی سنو
 الحمد للہ راقم کا یہ دعویٰ آج پھر سچ ثابت ہوا کہ میرے اکابر کی یہ
 کرامت ہے کہ رضاخانی معترض ان کی جس عبارت پر اعتراض
 کریں گے اسی مفہوم کی عبارت ان کے گھر سے بھی نکل آئے
 گی۔



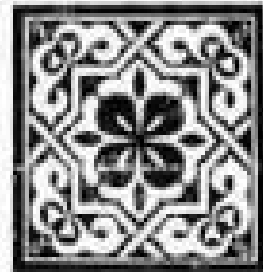
جمهورية مصر العربية
المجلس الأعلى للشؤون الإسلامية
لجنة التعريف بالإسلام



كشف المحجوب للجوهرى

دراسة وترجمة وتعليق
دكتور إسعاد عبد الوادى قنديل
إيجاز الترجمة :
دكتور أمينة عبد المجيد بدوى

بشراف علمه إسطارها :
محمود توفيق عويضة



مكتبة الإسكندرية
THECA ALEXANDRIA
مكتبة الكتاب التسعون

جمادى الأولى ١٣٩٤
يونية ١٩٧٤

رہے تھے ان میں ایک مسخرہ اتنا جری تھا کہ دھیرے دھیرے پاس آ کر میرے بال نوپنے لگا اور میرا مذاق اڑانے لگا۔ اس وقت میں نے اپنی مراد پائی اور اس خراب لباس اور شکستہ حالی میں مسرت محسوس ہوئی یہاں تک میری یہ مسرت بایں سبب انتہاء کو پہنچی کہ وہ مسخرہ اتنا اور اس نے مجھ پر پیشاب کر دیا۔

غور فرمائیں کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ماموں کی بات اور حضرت ابراہیم بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کے اس واقعہ میں ملوث کے اعتبار سے کیا فرق ہے۔۔۔؟؟؟ حضرت ابراہیم بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں کہ وہ شخص اتنا جنگا ہوا۔۔۔ چناں کہ تقاضاں مجھ پر پکڑ کر۔۔۔ پیشاب کر دیا۔۔۔ اور اسی وقت میں مراد کو پہنچا اور اسی قسم کی بات حضرت کے ان ماموں صاحب نے کئی فرق یہ ہے کہ انھوں نے صرف ایسی خواہش کا اظہار کیا اور حضرت ابراہیم بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ اس بات کو بافضل ذکر کر رہے ہیں۔

فرض اس کرو کہ مقصود اسی قسم کی باتیں یا حرکات کر کے اپنے مقصود تک پہنچنا ہوتا ہے مگر یہ باتیں ان رضا خانی جاہلوں کو کون سمجھائے جنہیں تعجب نے اندھا بہر اور گونگا بنا دیا ہے۔

De: اشرف اسوان جلد اول ص ۵۶، ۵۷ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں ”مہذب“ بھی تھے۔ اور مہذب اللہ کے مشق میں مستغرق لوگ ہوتے ہیں، ان لوگوں کا اللہ کے ساتھ کیا راز و ارستہ ہے جس کا پتہ لگانا انتہائی مشکل کام ہے، نیز یہ لوگ اللہ کے مشق میں پاگل ہوتے ہیں، چنانچہ کبھی کبھار بظاہر خلاف شرع تک کہہ ڈالتے ہیں، لیکن کسی دوسرے کو اس بات کی طرف کان نہیں دھرنا چاہیے۔ ہمیں ان کے پوشیدہ حالات کا علم نہیں ہے، اس لیے اس سلسلہ میں کوئی لب کشائی نہ کرنی چاہیے چونکہ ان مجاہدین کی عقلیں مغلوب ہو جاتی ہیں اس لئے ہر اوقات ان سے خطیحات صادر ہوتی ہیں۔ جن کا ظاہر غیر شرعی ہوتا ہے مگر فقہاء مہذب پر کسی بھی قسم کے فتوے سے سکوت کرتے ہیں۔ یہ باتیں خود یہ یلو یوں کو بھی مسلم ہیں۔

پس حضرت کے یہ ماموں بھی چونکہ مہذب تھے لہذا ان کے اس قول کو جو ملفوظات میں مذکور ہے ہم اس کو ان کی طرف سے سمجھتے ہیں رضا خاندوں کو شرم کرنی چاہئے کہ مجاہدین کے متعلق تو فرشتے بھی اپنے قلم روک لیتے ہیں مگر ان کم بختوں کے قلم یہاں بھی چلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

امیر رضا خان صاحب کے ملفوظات میں ایک مہذب کا واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:

الباب السادس باب بيان المصلحة

سئلت طائفة من مشايخ الطريقة طريف الملائكة (١) : والملائكة في خلوص
الحبة تأثير عظيم ، وشرب نام : وقد اختص أهل الحق من بين العالم
بجود الملائكة الحق : وشككت طائفة علماء الأئمة : أراد الله من الملائكة :

والرسول عليه السلام الذي كان نقوة : وإماما لأهل الخلق : وقوة
للحبيب : كن - قبل أن يظهر عليه برهان الحق ويصل به الوحي -

• أهل الملائكة : أو : الملائكة : : فرقة من أول العنصرية ظهرت في النصف الثاني
من القرن الثالث الهجري بمدينة نيسابور بخراسان . ويطلق المجوزي على هذه
الفرقة اسم : : النصارية : أو : النصونية : نسبة إلى حاملين القصر الجوي
سنة ٢٧١ هـ . وقد وصفه القاسم بأنه شيخ أهل الملائكة بنيسابور : ومنه يظهر
بأنهم الملائكة : طوائف النصونية من ١٢٢ : . وأساس مذاهب الملائكة يقوم على
الملائكة .

و : الملائكة : هي : قوم الخلق لنفسه : ولهم الناس له . والفراد يقوم الناس :
أن الملائكة لا يرى لنفسه حقا على الإطلاق : ولا يظن فيها : أنه يظن أن
النفس أمر مخلص : وإنما لا يصير منها إلا ما يوافق طبعها من رياء ورمية .
والفراد يقوم الناس : أن الملائكة يرى أن معاملته مع الله سر رياء ومن رياء
لا يصح أن يطلع عليه غيره : فهو يرضى على كتمان ذلك السر : فهو على محبة
أن يطلع الخلق على مشيئة : بل أن الملائكة يكون من أن تكشف لهوهم وأسرارهم
التي يكتنون بها على الخلق : ويشيئة أن يصوبه الخوف إلى توسيم لذا ما شعروا
لنفس بما يوجب مخمهم : ويتصفون فعل ما يطلب ما يوجب سحق القسطندي والفرادهم :
ويجعلهم يفتنون عديم المتكلم بالنام والفراد . يقول أبو الحسن الطنطا : : أهل
الملائكة قوم قابوا مع الحق تعالى على حقل لوتهم : وبراعة أسرارهم : فالتوا
أنفسهم على جميع ما أشعروا من أنواع الخرب والمساكن : وأشعروا الخلق فيالح
ما عر فيه واكتوا علمهم بمساكنهم : فالتوا الخلق على خواهرهم : ولابوا أنفسهم
على ما يعرفونه من بواسطهم : والملائكة والنصونية من ١٨٦ : .

والملائكة لم يؤلفوا كتابا : وكل ما أثر عنهم إنما هو القوال أبا طايغ خاس : جديا
القصبي في رسائله التي سماها بالنسب . وتعتبر هذه الرسالة أول ما ألفت من
الملائكة : وبلا شك ما ورد عنهم في كتبه المعجوب وموارد المعارف والفوائد
المسكية .

وإذا تعرفنا الملائكة لقد ابن المجوزي فوجدتهم يقدرون أسقطوا جامع عند الله
: أبي الحسن من ٢٦٢ : أيضا كتبه وهم المسلمين : أنظر الملائكة من ٨٧ :
وربهم ابن عربي في أعلى درجات السالكين : (انظر التوحيد ج ٢ من ١٦ : .
وذلك منهم السمرقندي مؤلفا رسالته : فهو يصف الملائكة بالعلماء والعساق :
والله يسمع السور في صلاة أعلى ويصفه بأنه المظهر للعلم : التفسير مؤلفه
المعارف من ٨٤ : .

مخصوصون بملامة الجسد من أجل سلامة القلب ، ولم تكن لأي أحد من الخلائق المقربين والكروبين والروحانيين هذه الدرجة ، ولم تكن هذه المرتبة أيضا لمن كانوا من الزهاد والعباد أمثال الخلق من الأمم السابقة إلا لهذا الطريق من هذه الأمة ، الذين سلكوا طريق القطاع القلب .

لما عندي ، فطلب الملامة عين الرياء ، والرياء عين التناق ، لأن المراني بسلك الطريق الذي يقبله الخلق ، واللامني بسلك بالنكف الطريق الذي يرده الخلق . وهذان الطريقان ظلوا في الخلق ولا مخرج لهم منهم ، حتى تكون طائفة قد خرجت بهذه المعاملة ، والآخرى خرجت بذلك . ولا يخطر على قلب العقير غير حديث الحق ، وحين يقطع قلبه عن الخلق يكون فارغا من هذين المعنيين ، ولا يقوده شيء .

وقد انفلت لي ذات مرة مسجبة أحد الملامية في ما وراء القصر ، وعنفوا تملكلي في المسجبة حال من البسط قلت له : يا أخي ! ما يراك من هذه الأعمال المشوشة ؟ قال : خلوا الخلق مني . فقلت له : هؤلاء الخلق كثير ، ولن تجد العمر والزمان والمكانة لإخلاء الخلق منك ، فاخل أنت نفسك من الخلق لتخلص من هذه المشاكل ! ويوجد طريق ينشغلون بالخلق ويظنون أن الخلق مشغولون بهم . إن أحدا لا يراك ، فلا تر أنت نفسك ! وأمة حثلك من عبك . ثم ، ما ذلتك بالغير ؟ من يلزمه طلب الشفاء من الاحتناء ويطلبه من الغذاء ، فليس من الناس .

وهناك أيضا جماعة يمارسون الملامة لرياضة النفس ، لتأليب نفوسهم باحتقار الخلق لهم ، ويتصلفون منها ، لأن أطيب أوقاتهم ما يجنون فيه نفوسهم في البلاء والمهانة .

ويروى عن السيد إبراهيم بن آدم رحمه الله أنه سئل : لرأيت نفسك قد بلغت المراد أبدا ؟ قال : نعم ، رأيت ذلك مرتين : مرة ، كنت قد ركبت سفينة لم يعرفني بها أحد ، وكنت أهيي خلعا ، وقد طال تسعري ، وكنت على حال كل أهل السفينة معه يسفرون مني ويهزلون مني . وكان مع القوم مخرج يأتي إلى كل لحظة ويشد تسعري ويلتزمه مني ، ويستخف مني على سبيل السخرية . وكنت أجد نفسي على حراي ، وأمرج بذل نفسي ، التي لن يلف السور يوما غلبته بأن قام المهرج ويقول علي !

والمرة الثانية : أتت بلمت قرية في مطر عظيم ، وقد غلبني برد الشتاء وابتلت المرتعة على جسدي ، فوصلت إلى مسجد فلم يدموني لدخل هناك . فعمدت مسجدا ذاتها ونالنا حتى عجزت ، ونصف من البرد ،

تجارمین کرام فرقہ ملائیہ صوفیہ میں ایک گروہ ہے جو عوام کے درمیان ایسے اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں جن کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے اور ان کا مقصد ان اعمال سے لوگوں کے درمیان اپنے نفس کے تکبر کو ختم کرنا ہوتا ہے تاکہ جب لوگ ان کاموں کی وجہ سے ان کو برا سمجھا کہیں گے تو انکے نفس کا تکبر، انا اور بڑاپن ختم ہوگا جو اصلاح باطن کی روح ہے۔

ولی کامل حضرت علی بنوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داتا صاحب اس گروہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

سلکت طائفة من المشايخ الطريقة طربین الصلابة، و الصلابة خلوص المحبة تاثیر عظیم، و مشرب نام (کشف المحجوب، ص ۲۵۹)

مشائخ طریقت کی ایک جماعت نے ملامت کا طریقہ پسند فرمایا ہے۔ کیونکہ ملامت میں خلوص و محبت کی بڑی تاثیر اور لذت کامل پوشیدہ ہے۔

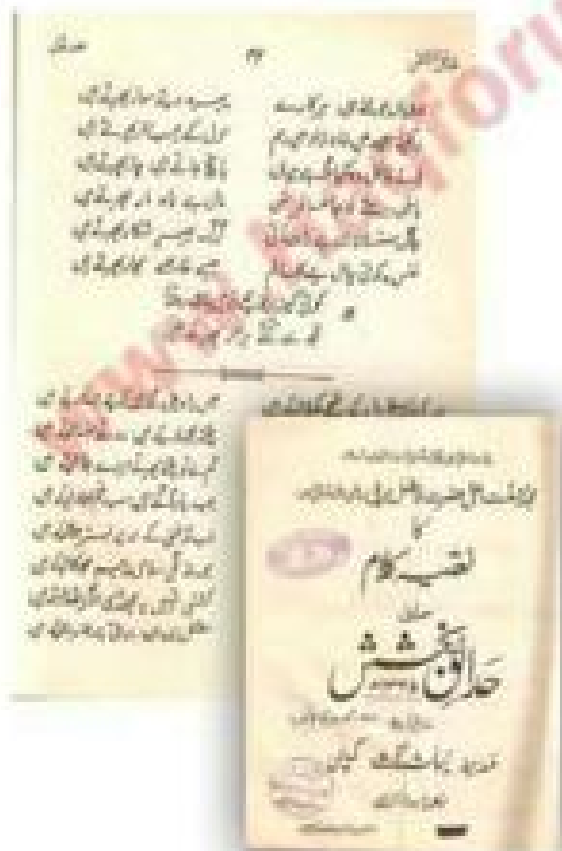
پھر آگے حضرت ملامت کی تین قسمیں بیان کرتے ہوئے تیسری قسم کا تعارف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

و ملامۃ السړک هى ان یسکون الکفر و الضلال الطبیعی متمسکین من شخص حتى یغول بترک الشریعة و اتباعها، و یقول ان ما یفعله ملامۃ و یسکون هذا طریقہ فیہا، ام من یسکون طریقہ الاستقامة و عدم مزاولۃ النفاق و الکف عن الربا، فلکا خوف علیہ من ملامۃ الخلق و یسکون فی کل الاحوال علی مسلکہ و یتسوی لہیہ ای اسم یسمونه بہ (کشف المحجوب، ص ۲۶۱)

(ملائیہ کی ایک تیسری قسم ہے) کہ دل میں تو کفر و ضلالت سے طبعی نفرت بھری پڑی ہو بظاہر شریعت کی اتباع نہ کرے اور خیال کرے کہ ملائی طریقے پر ایسا کر رہا ہوں اور یہ ملامت کا طریقہ اس کی عادت بن جائے اس کے باوجود دین میں مضبوط اور راست رہے لیکن ظاہر طور پر بغرض ملامت خالق و رب کے طور طریقے پر دین کی خلاف ورزی کرے اور مخلوق کی ملامت سے بے خوف ہو کر وہ ہر حال میں اپنے کام سے کام لے کر کئے خواہ لوگ اسے جس نام سے چاہیں پکاریں۔

پس جب خود حضرت قانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان مجذوب کے ان افعال کو غیر شرعی قرار دیکر ان سے
ارتعلق کا حکم کر دیا تو اس کے باوجود ان تمام افعال کو ان کے سر تعویذ و راس کو بنیاد بنا کر پوری جماعت کو طعن و تشنیع
کا نشانہ بنایا کیا کھلا ہوا دجل و فریب نہیں۔۔۔؟؟؟

باقی جو آپ نے لکھا کہ اگر ہم کہیں کہ قانوی صاحب کے ماموں۔۔۔۔۔ تو اگر اس کے جواب میں ہم احمد
رضا خان کے مندرجہ ذیل شعر کو بنیاد بنا کر احمد رضا خان کو ”آوارہ کتا“ کہنے لگ جائیں تو یقیناً آپ کو برا نہیں لگنا
چاہئے۔



www.RazaKhaniMazhab.com

www.Haqforum.com

www.Ahlehaq.com

www.BarelviMazhab.tk

پس حضرت قحطونی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ماموں بھی ملائیہ کے اسی فرقے سے تھے اور بظاہر اس طرح کی غیر شرعی باتیں کر کے ان کا مقصود یہی تھا کہ لوگ ان پر ملامت کریں اور یوں یہ اپنے مقصود کو پہنچے۔۔۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ آج کے رضا خانی حضرت علی جویری رحمۃ اللہ علیہ المعروف داماد صاحب کے نام کے ٹکڑے کھارہی ہے مگر دوسری طرف صوفیہ کے جس فرقے کو وہ اولیاء اللہ میں شمار کر رہے ہیں اس پر آج کے یہ رضا خانی اس طرح کے بے ہودہ اعتراض کر رہے ہیں۔

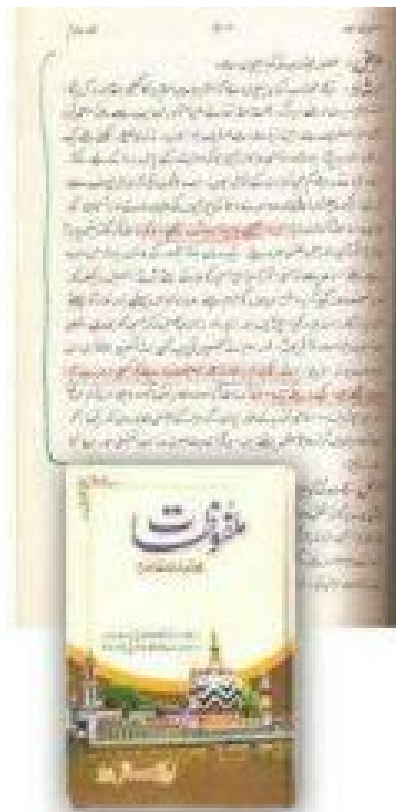
اسی ملائی گروہ کی صفات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جانا چاہئے کہ ملائیوں کی طہریت کسی امر سے اتنی نڈرت نہیں کرتی جتنی لوگوں میں عزت و منزلت پانے سے انہیں نڈرت ہوتی ہے۔

اعلم ان هذا الطبع لا يكون اشد نفورا من حضرة الله تعالى بشيء الا بالقدر الذي يكون كافيا لجاء الخلق (كشف المحجوب، ص ۲۶۳)

پس حضرت کے ان ماموں کا مقصد بھی اس قسم کی باتوں سے یہی تھا کہ لوگ انہیں ملامت کریں اور اس طرح یہ اپنے مقصود کو حاصل کریں۔ حضرت جویری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اسی باب میں نقل کرتے ہیں کہ:

و يروى عن السيد ابراهيم بن ادهم رحمة الله عليه انه سئل از ايت نفسك عن قد بلغت المراد ابدا؟ قال نعم ايت ذالك مرتين مرة كنت قد ركت سفينة لم يعرفني بها احد، و كنت البس خلقا و قد طال شعري و كنت على حال كان اهل السفينة معه يسخرون مني و يهزاون بي، و كان مع القوم مهرج ياتي الى كل لحظة و يشد شعري و ينزع عني و يستخف بي على سبيل السخرية و كنت اجعل نفسي على مرادى المرح بذل نفسي الى ان بلغ السرور يوما غايته بان قام المهرج و تبول على. (كشف المحجوب ص ۲۶۵)

حضرت ابراہیم بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کیا آپ نے کبھی اپنے مقصد میں کامیابی دیکھی؟ انہوں نے فرمایا ہاں وہ مرتبہ ایک اس وقت جب میں کشتی میں سوار تھا اور کسی نے مجھے نہیں پہچانا کیونکہ میں پھلے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور بال بھی براہ گئے تھے ایسی حالت میں کشتی کے تمام سوار میرا مذاق اڑا



اسی طرح ان کی سوانح زیادت میں ایک جہد و پیکار ان افکار میں ملتا ہے



لهم ، ويكوتوا وجدائين في أوصافهم ، كما روى أحمد بن حنبل (١) عن الحسين بن منصور (٢) أنه سئل : من السوق لا تبال : وجدائي الذات (٣) .

ويرد عن أبي حمزة أنه سئل عن الملامة فقال : إن طريقتها صعب ومغالي على الخلق ، ولكن أقول عنها شيئا ، فهي «رجاء المرجئة» ، وخوف التقرية (٤) . ونحت هذا المعنى رمز .

اعلم إن هذا الطمع لا يكون أشد نفورا من حضرة الله تعالى بشيء
إلا بالقدر الذي يكون كافيًا لجاء الخلق ، كان يقول عنه شخص أنه رجل طيب ويمدحه ، فبهبه روحه وقلبه ، ويتقلب به من الله تعالى ، بالخائف بجته دائما في أن يكون بعيدا عن موضع الخطر ، وفي هذا الاجتهاد يكون للطالب خطران : أولهما ، الخوف من حجاب الخلق ، والآخر ، منع الفعل الذي أداته الخلق به ، فيعطيلون عليه لسان الملامة ، فلا هو يركن إلى جاههم ، ولا هو يقاوم على أن يجعلهم مذنبين بلامته . فينبغي للملازم أولا ، أن يتطوع بالخشوة الذنبية والأخروية عن الخلق بما يقولونه ، وأن يعمل لإنجاة قلبه عملا لا هو بالكبرة ولا بالصغيرة في الشرع ، ليرده الخلق ، حتى يكون خوفه في المعاملة كخوف التقرية ، ورجاؤه في معاملة اللاتين كرجاء المرجئة .

ولا يوجد في حقيقة المحبة شيء لطيف من الملامة ، إذ ليس للملحة الحبيب أثر على قلب الحبيب ، ولا مرور للحبيب إلا على حب الحبيب ، وليس للأعير خطر على قلب الحبيب ، لأن الملامة روضة العاشقين ، ونزهة المحبين ، وراحة المشتاقين ، وسرور المرئيين . وهذه الطائفة من النظمين

(١) أحمد بن حنبل بن سعيد : كتابه : أبو الفتح ، بغدادي ، صاحب التوحيد والقوى . كان طموحا للعلاج وبخافيا له . (أنظر مرجعته في تصحيح الأسماء من ١٨٢) .

(٢) الحسين بن منصور الخلاج : من أهل بغداد فارسي ، نشأ بوانط والعراق ، وأقبل ببغداد سنة سبع وثلاثمائة (أرجع إلى ما ورد من الخلاج في القسم الأول من « رجاء الخلاج لـ أبي الفتح الحادي عشر » طبعات المصنوعة من ٢٠٧ ، وبيانات الأسماء من ١ من ١٤٦ ، طبعات المستشرقين من ١ من ٨٦ ، تذكرة الأعلام من ٢ من ١٢٥ ، تصحيف الأسماء من ١٥٠ ، خريطة الأسماء من ٢ من ١٧٨) .

(٣) ورد في الرسالة التفسيرية : سئل عن السوق فقال : وجدائي الذات لا يحله أحد ، ولا يقبل أحد . (أنظر الرسالة من ٢ من ٥٥١) وعلى هذا تكون العبارة السابقة لهذا القول : ويكوتوا وجدائين في أوصافهم .

(٤) يقول ابن خزم أن فرق القرنين بينة الإسلام خبيثة وهم : أهل السنة والمعتزلة والمرجئة والشيعة والخوارج . وأمره بترك المرجئة إلى أهل السنة من ذهب بذهب إلى حنابلة إلى أن الأيمان هو التصديق باللسان والقلب معا ، أما غلاة المرجئة المعتزلة : أجادوا فنقول إن الأيمان عند القلب فقط وإن أظهر الفكر والاعتقالات بلسانه ، والباطنة الثانية فنقول إن الأيمان هو القول باللسان وإن أبدع الفكر بقلبه (أنظر : الفصل في المال من ٢ من ١١١ - ١١٢ من ١ من ٢٠٤) .

(٥) ورد في طبعات المصنوعة : أنظر من ١٢٩ .

پس جب خود رضا خاندوں کو بھی یہ تاجہ یا اصول تسلیم ہے کہ بزرگان دین کے ملفوظات میں اکثر لحاظ باتیں ان سے منسوب ہو جاتی ہیں اس لئے ملفوظات پر مشتمل کتب معتبر نہیں ہوتیں اور بعض مقامات ناقل باوجود اٹھ ہونے کے ایسی بات نقل کر دیا ہے جو لحاظ اور ہے اصل ہوتی ہے تو اس سب کے باوجود کیا حضرت قاضی نور الدین علیہ السلام کے ملفوظات کی اس عبارت کو قطعی اور اس واقعہ کو یقینی باور کر کے علماء دین بند پر اتنا گھڑیا التزام لگانا کیا یہ کھلی ہوئی جہالت ہے اور اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے انحراف نہیں۔۔۔؟؟؟

۴۱۱۔ اشرف اسوانح کے اندر حضرت حکیم الامت مجدد دین و ملت رحمۃ اللہ علیہ کے اس ناموں کا تفصیلی ذکر
اسوانح موجود ہے اور ان کا شمار صوفیہ کے "علامتی فرقے" میں کیا گیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:



کہتے یہاں تو ایک مہذب و مورتوں کا لباس پہن کر خود کو اللہ کی بیوی معاذ اللہ باور کر رہے ہیں اور دوسرے مہذب و صاحب ہمیشہ ننگے رہتے اور خوب موٹی موٹی گالیاں لوگوں کو دیتے مگر اس کے باوجود احمد رضا خان صاحب نے صرف ان کی تائید کرتے ہیں بلکہ ان سے دعائیں لینے جاتے ہیں۔ پس جو اب رضا خانی ان وہ واقعات کاویں وہی ہماری طرف سے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ماموں کے تعلق تصور کر لی۔

ماکان جو ابکم و فہو جو ابنا

راہِ باج: مقرر نے ”ملفوظات“ کی مہارت نقل کرنے میں بدترین خیانت کا ارتکاب کیا ہے اور یہ ثابت کر دیا کہ اس نے مہارت میں دہل و فریب کر کے احمد رضا خان سے اپنے کامل مشق کا ثبوت دیا ہے۔

اُسوں کہ مقرر ملفوظات ج ۹ ص ۲۱۳ کا ٹکسی حوالہ دینے کے ساتھ اگر ملفوظات ج ۹ ص ۲۱۳ یعنی اس سے اگلے صفحے کا کلمہ بھی دے دیتا تو ہمیں اس کا جواب دینے کی بھی ضرورت پیش نہ آتی۔ اس ملفوظ کے اگلے صفحے پر ہی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول موجود ہے کہ ان کی انہی باتوں اور حرکتوں کی وجہ سے میں نے اپنے ان ماموں سے ترک تعلق کر دیا تھا اور ان کیلئے دعا کی تھی کہ خدا آپ کو شریعت کی اتباع کی توفیق دے اور حضرت حاجی صاحب کے خواب کا ذکر بھی کیا کہ مجھ سے ان کے پاس بیٹھنے سے منع کیا۔ ملاحظہ ہو :



« ربنا ظلمنا أنفسنا » (١) . ولما كان مرضيا عنه من الحق هل يسهل :
 « غنسي ولم نجد له عزيا » (٢) ، لعدم رضاه الخلق عنه ، وعدم إعجابه
 بنفسه ، جلجا له الرحمة ، ليعظم أهل العالم أن القبول لدينا (٣) بهجور
 من الخلق ، والقبول لدى الخلق بهجور منا . فلا جرم أن تكون علامة
 الخلق غذاء لأحباب الحق ، لأن فيها أكثر القبول ومشرب أولئك ، لأنها
 علامة القرب ، وكما يفرح كل الخلق بقبول الخلق ، يفرحسون هم ببرد
 الخلق لهم .

وجاء في أخبار السيد المختار عليه السلام ، وعن جبريل عليه السلام
 من الله عز وجل أنه قال : « أوليائي تحت قبضتي لا يعرفهم غيري إلا
 أوليائي » .

فصل : أما العلامة فعلى ثلاثة أوجه : الأول : استقامة السر ، والثاني :
الثمد ، والثالث : الترك .

علامة استقامة السر : هي أن يؤدي برد عليه جيدا ، ويحفظ على
 الدين ، ويرعى المعاملة ، فيلومه الخلق في ذلك . ويكون هذا مذهب
 الخلق فيه ، وهو فارغ منهم .

وعلامة الثمد : هي أن يحصل لفرد جاء كثير بين الخلق ، ويصير
 مرموقا بينهم ، ويبدل قلبه إلى الجاه ، ويتعلق طبعه بهم ، ويريد أن يفرغ
 قلبه منهم ويتشغل بالحق ، فيتكلف طريق العلامة — حتى في الشيء الذي
 ليس فيه ضرر في الشرع — لينتشر الخلق منه ، ويكون هذا طريقته مع
 الخلق ، وهم يارغون منه .

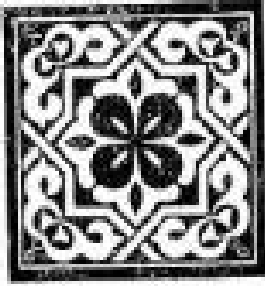
وعلامة الترك : هي أن يكون الكفر والفساد الطبعي متبذرا من
 شخص حتى يقول بترك الشريعة وألباعها ، ويقول أن ما يفعله علامة .
 ويكون هذا طريقته فيها .

أما من يكون طريقته الاستقامة ، وعدم مزاولته التناق ، والكف عن
 الرياء ، فلا طوف عليه من علامة الخلق ، ويكون في كل الأحوال على
 بسلكه ، ويسمى لديه أي اسم يسوونه به .

(١) سورة : الأعراف : آية ٢٣

(٢) سورة : طه : آية ١١٥

(٣) أي لدى الحق .



جمهورية مصر العربية
المجلس الأعلى للشئون الإسلامية
لجنة التعريف بالإسلام



كشف المحجوب للجوهرى

دراسة وترجمة وتعليق

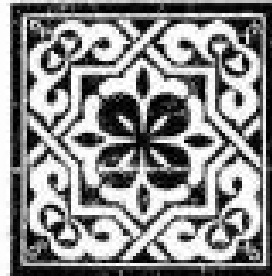
دكتور إسعاد عبد الجادى قنديل

راجع الترجمة:

دكتور أمين عبد المجيد بروحي

يشرف على إصدارها:

محمد توفيق عويضة



مكتبة الإسكندرية
THECA ALEXANDRINA
مكتبة الباب السعوى

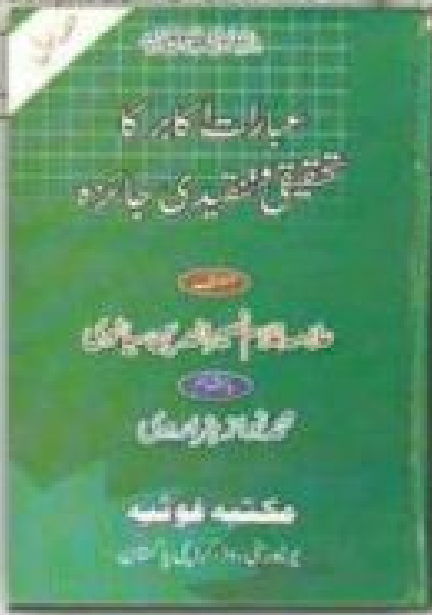
جمادى الأولى ١٣٩٤
يونية ١٩٧٤

ملفوظات حکیم الامت کے حوالے سے حضرت کے ماموں پر

اعتراض کا مدلل جواب

ملفوظات کی اس مہارت کو بنیاد بنا کر حضرت قاضی محمد علیہ السلام نے اہل اللہ والجماعہ پر اس طرح کا اعتراض کرنا نہ صرف جہالت بلکہ طعن و تہمت ہے۔

۱۱۱: اس لئے کہ جس مہارت پر ان رضا خاندانوں کو اعتراض ہو وہ ”ملفوظات“ کی مہارت ہے اور بزرگان دین کے ملفوظات رضا خاندانوں کے نزدیک معتبر نہیں ہوتے۔ چنانچہ مولوی اشرف سیالوی کا ڈاکٹر مولوی نصیر الدین سیالوی اپنی کتاب میں ملفوظات کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:



شان ترک بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی اس لیے وطن میں بہت کم آتا ہوتا تھا۔

پیر جی کی آزادانہ و قلندرانہ روش

جناب پیر جی صاحبؒ میں انہما درجہ کی شورش عشق تھی اور بالکل لاابالی اور قلندرانہ شان رکھتے تھے۔ نیز فطری طور پر طبیعت میں نہایت شوخی و میسائیکلی اور مزاج میں بے حد ہیا کی و آزادی تھی۔ پھر انہیں مرشد بھی ایسے ہی ملے جن میں شان ترک و آزادی بہت بڑھی ہوئی تھی چنانچہ پیر جی صاحبؒ اکثر موقعوں پر بڑے جوش اور ناز سے فرمایا کرتے تھے کہ سنو جی میں آزاد ہوں اور آزاد کا غلام ہوں۔

ان سب مجموعہ حالات نے ان کو کچھ ایسا بنا دیا تھا جیسا کہ درویشوں میں ایک فرقہ لامتیہ مشہور ہے یا بہ اصطلاح حضرت حاجی صاحبؒ یوں کہئے کہ اولیاء مستہللین میں سے تھے لیکن زیادہ تر صرف زبان کے آزاد تھے اور صاحب عرس و سماع تھے۔ ویسے پابند صوم و صلوٰۃ تھے اور نہایت پر مغزو و پر معنی حکیمانہ و درویشانہ باتیں فرمایا کرتے تھے اور مقصود حقیقی کی طلب میں ایسے ایسے ریاضات و مجاہدات شاقہ کئے ہوئے تھے کہ ناک سے دماغ پکھل پکھل کر بہنے لگا تھا اور سوز و گداز کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس بیٹھنے سے قلب میں ایک آگ سی لگ جاتی تھی اور دنیا سے نفرت اور تعلقات سے وحشت پیدا ہو جاتی تھی۔ لیکن ان کے بعض اقوال و اعمال بلا تاویل شریعت پر منطبق نہ ہو سکتے تھے اور بعض دفعہ تاویل بھی بعید ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ تھا لیکن جس حال میں بھی تھے نہایت صادق تھے۔ ریاکار یا دکاندار نہ تھے۔ فرض حضرت ہدیتؑ کے اس شعر کے پورے پورے مصداق تھے۔

آشنایاں شیوہ بیگانی خوش کردہ اند پاکدامن بودن و آلودہ دلمان زہستن

(واقف کاروں نے کیا اچھی طرح سے بیگانوں کا شیوہ اپنا رکھا ہے کہ پاک

دامن رہنا اور اسے آلودہ کر کے جینا)

چونکہ زبردست صاحب حال و قال درویش تھے اس لیے صاحب سماع بھی تھے اور وہ بھی ایسے کہ سفر و حضر میں آلات سماع ساتھ ساتھ رہتے جیسا کہ اکثر صاحب سماع درویشوں کا معمول ہے۔

عظیم الشان حضرت علامہ مولانا اشرف علی تھانوی

ملفوظات حکیم الامت

ادارہ تالیفات اشرفیہ

بکھارو، لاہور، پاکستان
1981-4560913-8519300

اور فرمایا کہ جنگ و رہاب سے مراد یہ تن تن نہیں بلکہ ملامت غلطی مراد ہے۔ یہ غرض
 ایسے آزاد تھے لیکن پھر بھی اس کا اہتمام تھا کہ عوام کے عقائد نہ بگڑنے پائیں اور شریعت کا
 انتظام بقی رہے وہ ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ باتیں سب بہت کی کہتے تھے مگر مشکل یہ ہو
 گئی تھی کہ لوگ بگڑتے تھے کیونکہ سمجھتے نہ تھے گو میرے ہاں تھے مگر پھر بھی میں نے لوگوں
 کی مصلحت کی بنا پر ان سے بالکل کنارہ کر لیا تھا اور حضرت عائشہ صلیب رحمۃ اللہ علیہ نے
 بھی رو حلی و عیسوی فرمائی خواب میں فرمایا کہ اپنے ہاں کے پاس مت بیٹھا کرو غارش ہو جائے
 گی۔ اہل تعبیر نے کہا کہ ہے کہ غارش اور جذام کی تعبیر بدعت ہے چاہے غلبہ حال سے معذور
 ہوں لیکن حقیقت تو بدعت ہے۔ میں نے دیکھا کہ عوام پر ان سے میرے تعلق رکھنے کا برا اثر
 پڑتا ہے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ گئی اور لوہر دیکھا کہ جس غرض سے میں نے ان سے
 رجوع کیا تھا وہ غرض بھی حاصل نہ ہوئی یعنی رفع پریشانی بلکہ اور انہی پریشانی بڑھ گئی تو ادب سے
 عذر کر دیا اور ادب سے تبلیغ بھی کر دی۔ یعنی میں نے ان کو خطا میں یہ بھی لکھ دیا کہ میں دعا کرتا
 ہوں کہ آپ کا حل اور قائل شریعت کے موافق ہو جائے۔ بس اس پر بگڑ گئے لکھا کہ تم مجھے
 خداوند ذلیل ہی رہنے دو تم کو تصدای شریعت مبارک ہو مجھ کو میرا اللہ اور زندگی مبارک ہو۔
 مگر اس غفلت میں بھی یہ رعایت کی لکھا کہ تم جو ان صلاح مقبول الدعا ہو تم یہ دعا میرے لئے
 ہرگز نہ کرو وہ جو میری سلامتی عمر کی ایک کمانی ہے کیس جاتی نہ رہے غفلت میں بھی متفقہ تھے اخیر
 میں یہ بھی لکھا کہ میں اب بھی حاضر ہوں اگر اس دولت کو لینا چاہو لے لو جو چہ نہ بہینہ حضرت
 علی کرم اللہ وجہہ سے مجھ کو حاصل ہوئی ہے۔ انکا تو میں نے ان کو تھا کیا لیکن پھر بھی اتنی عظمت
 تھی۔ میں نے لکھا کہ میں اس دولت کے لینے کے لئے حاضر ہوں مگر پہلے میرا یہ اطمینان کر دیا
 جائے کہ وہ شریعت کے مطابق ہے ورنہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ پھر کوئی جواب نہیں
 آیا پھر وہ عقائد بھون تشریف لائے تو میں نے نہیں کیا ویسے دل سے متفق تھا لیکن علیحدگی کی
 ضرورت تھی میں کیا کروں اسی زمانہ میں ہاں و اجد علی صاحب کا انتقال ہوا تھا شکایت کی کہ
 دیکھو میرے بھائی کی تعزیت کے لئے بھی نہیں آیا حافظ عبد الحمی صاحب جو حضرت مولانا گنگوہی
 رحمہ اللہ کے مرید تھے اور ہاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے انہوں نے غرض کیا کہ ہر

مخصوصون بعلامه الجسد من أجل سلامة القلب ، ولم تكن لأي أحد من المخلوق المثيرين والكروبين والروحانيين هذه الدرجة ، ولم تكن هذه الرغبة أيضا لمن كانوا من الزهاد والعباد اعيان الخلق من الأمم السابقة الا لهذا الطريق من هذه الأمة ، الذين سلكوا طريق لقطعاع القلب .

أما عندي ، فطلب الملازمة مع الرياء ، والرياء مع التقوى ، لأن المرائي يسلك الطريق الذي يشبه الخلق ، والملازمي يسلك بالذكشف الطريق الذي يورده الخلق . وهذان الطريقان ظلوا في الخلق ولا مخرج لهم منهم ، حتى تكون طائفة قد خرجت بهذه المعاملة ، والأخرى خرجت منك . ولا يخطر على قلب الغيور غير حديث الحق ، ونحن يقطع قلبه عن الخلق يكون عارفا من هذين المعنيين ، ولا يتبدد شيء .

وقد اتفقت لي ذات مرة مسحة أحد الملازمية في ما وراء القبر ، وعندها تملكني في المسحة حال من البسطة قلت له : يا أخى ! ما برارك من هذه الأفعال المشوشة ؟ قال : خلو الخلق مني . فقلت له : هؤلاء الخلق كثير ، ولن تجد العمر والزمان والمكانة لإخلاء الخلق منك ، فإلّا أنت نفسك من الخلق لتخلص من هذه المشاغل ! ويوجد طريق منشغلون بالخلق ويظنون أن الخلق منشغلون بهم . أن أحدا لا يراك ، فلا أثر أنت نفسك ! وأمة حالك من هينك . ثم ، ما شأنك بالغير ؟ من يلزمه طلب الشفاء من الاحتشاء ويطلبه من الغذاء ، فليس من الناس .

وهناك أيضا جماعة يمارسون الملازمة لرياضة النفس ، لتأديب دنوسهم باحتثار الخلق لهم ، ويتنصتون منها ، لأن أجليب أوقاتهم ما يجدون فيه دنوسهم في البلاء والمهانة .

ويروي عن السيد إبراهيم بن أدهم رحمه الله أنه سئل : رأيت نفسك قد بلغت المراد أبدا ؟ قال : نعم ، رأيت ذلك مرتين : مرة ، كنت قد ركبت سفينة لم يخرجن بها أحد ، وكنت اليبس خلقتا ، وقد طال شعري ، وكنت على حال كان أهل السفينة معه يسخرون مني ويهزلون بي . وكان مع القوم مخرج يأتى إلى كل لحظة ويشد شعري ويقترعه مني ، ويستخف بي على سبيل المسخرية . وكنت أجد نفسي على مرادى ، وأمرج بذل نفسي ، إلى أن بلغ السرور يوما غلبته بأن قام المخرج وقبول على !

والمرة الثانية : أتى بلفت قربة في مطر عظيم ، وقد غلبني برد الشتاء وابتلت الرقعة على جسدي ، فوصلت إلى مسجد فلم يدعوني أدخل هناك . وتصدت مسجدا ثانيا وقالنا هني عجزت ، ومصف بي البرد ،

« ربنا ظلمنا أنفسنا(١) » . ولما كان مرضيا عنه من الحق قال غيبه :
 « نفسي ولم نجد له عزما(٢) » ، فعدم رضا الخلق عنه ، وعدم إعجابه
 بنفسه ، جلبا له الرحمة ، ليعلم أهل العالم أن المقبول لدينا(٣) مهجور
 من الخلق ، والمقبول لدى الخلق مهجور منا . فلا جرم أن تكون علامة
 الخلق عذاه لأحبابه الحق ، لأن فيها آثار القبول وشرب أولئك ، لأنها
 علامة التوب ، وكما ينزع كل الخلق بقبول الخلق ، يفرحون هم يرد
 الخلق لهم .

وجاء في أخبار السيد المختار عليه السلام ، وعن جبريل عليه السلام
 عن الله عز وجل أنه قال : « أولياتي تحت قبلي لا يعرفهم غيري إلا
 أولياتي » .

فصل : إيا الملائكة نعلم ثلاثة أوجه : الأول : استقلالية السير ، والثاني :
القصد ، والثالث : الترك .

فعلامة استقلالية السير : هي أن يؤدي فرد عليه جدا ، ويحافظ على
 الدين ، ويرعى المعاملة ، ليلومه الخلق في ذلك . ويكون هذا مذهب
 الخلق فيه ، وهو غارغ منهم .

وملائكة القصد : هي أن يحصل لفردي جاء كبير بين الخلق ، ويصير
 مرموقا بينهم ، ويصل قلبه إلى الجاه ، ويتعلق طبعه بهم ، ويريد أن يفرغ
 قلبه منهم وينشغل بالحق ، فيترك طريق الملائكة - حتى في الشيء الذي
 ليس فيه ضرر في الشرع - ليعتز الخلق منه ، ويكون هذا طريقه مع
 الخلق ، وهم يفرحون منه .

وملائكة الترك : هي أن يكون الكبر والذلل الطبعي متبكتان من
 شخص حتى يقول بترك الشريعة واتباعها ، ويقول أن ما يعلله ملائكة .
 ويكون هذا طريقه فيها .

أما من يكون طريقه الاستقلالية ، وعدم مزاوله التناق ، والكذب عن
 الرياء ، فلا خوف عليه من ملائكة الخلق ، ويكون في كل الأحوال على
 مسلكه ، ويستوي لديه أي اسم يصيرونه به .

(١) سورة « الأعراف » آية ٢٢

(٢) سورة « طه » آية ١١٥

(٣) أي نبي الحق .

الباب السادس باب بيان الملامة

سلكت طائفة من مشايخ الطريقة طريق الملامة (١) ، واللاماة في خلوص
المحبة تأثير عظيم ، ويشرب نام ، وقد اختص أهل الحق من بين العالم
جميعا بلاماة الخلق ، ويخلصه علماء هذه الأمة ، زاد الله من أمثالهم ،
والرسول عليه السلام الذي كان قدوة ، وإماما لأهل الحقائق ، وقدوة
للحبيب ، كان - قبل أن يظهر عليه برهان الحق ويتصل به الوحي -

« أهل الملاماة » أو « اللامية » : فرقة من فرق الصوفية ظهرت في النصف الثاني
من القرن الثالث الهجري بمدينة نيسابور بخراسان ، ويطلق الهجويزي على هذه
الفرقة اسم : « الفصارية » أو « الصفوية » نسبة إلى حيدون القصار الموق
سنة ٢٧١ هـ ، وقد وصله المسمى بأنه شيخ أهل الملاماة نيسابور ، ومنه انتشر
مذهب الملاماة (طبقات الصوفية ص ١٢٣) ، وأساس مذهب الملامية يقوم على
اللاماة .

و « الملاماة » هي : قوم الملامى لنفسه ، ولقوم الناس له ، والمراد بقوم النفس :
أن اللامى لا يرى لنفسه خطا على الإطلاق ، ولا يظن لها ، لأنه يعتقد أن
النفس شر محض ، وأنها لا يصبر عنها إلا ما يوافق طبعها من رياء ورجولة ،
والمراد بقوم الناس : أن اللامى يرى أن معاملته مع الله سر بينه وبين ربه
لا يصح أن يطلع عليه غيره ، فهو حريص على كتمان ذلك السر ، غير على محبوبة
أن يطلع الخلق على معتقده ، بل أن الملامية طوعا من أن تنكشف أهوائهم وأسرارهم
التي يشتون بها على الخلق ، وخشية أن يصحب الغرور التي تنوهم إذا ما ظهروا
للناس بما يوجب مذنبهم ، يعتمدون لعل ما يجلب عليهم سخط الخلق وإفراءهم ،
ويجعلهم يظفرون عليهم المنتقمين بالذم والاثوم ، يقول أبو حنبل الصادق : « أهل
اللاماة قوم قلدوا مع الحق دعائى على حفظ أولادهم ، ومراعاة أسرارهم ، فلدوا
اتنهم على جميع ما أشبهوا من أنواع الغيب والعبادات ، وأظهروا للخلق قبائح
ما هم فيه وكذبوا عنهم بحسنهم ، نالهم الخلق على ظواهرهم ، ولادوا اتنهم
على ما يعرفونه من بواسطهم (الملامية والصوفية ص ٨٦) .

واللامية لم يؤلفوا كتباً ، وكان ما أدر عنهم أنها هو أنوال لها طابع خاص ، جميعها
المسمى في رسائله التي سبها باسمهم ، وتعتبر هذه الرسالة أول ما ألف من
اللامية ، وبلا ذلك ما ورد عنهم في كتبه المحجوب وحوار المصنف والفتوحات
المسكية .

وقد تعرض الملامية لنقد ابن الجوزي فوملهم بأنهم أسقطوا جامع عند الله
(ليس الجس ص ٢٦٢) بهذا أشاد بهم السلمي (انظر الملامية ص ٨٧)
ووسنهم ابن عربي في أعلى درجات السالكين : (انظر الفتوحات ج ٢ ص ١٦) .
ورقده منهم السعدي مولفاً وسطاً ، فهو يمدد الملامى بالانحلال والمسحق ،
ولكنه يضع الدعوى في مرتبة أعلى ويصطبه بأنه المخلص المخلص (التفسير مولف
المبارك ص ٥٢) .

شان ترک بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی اس لیے وطن میں بہت کم آنا ہوتا تھا۔

پیر جی کی آزادانہ و قلندرانہ روش

جناب پیر جی صاحبؒ میں انجنا درجہ کی شورش عشق تھی اور بالکل لاابالی اور قلندرانہ شان رکھتے تھے۔ نیز فطری طور پر طبیعت میں نہایت شوخی و میساختگی اور مزاج میں بے حد چباکی و آزادی تھی۔ پھر انہیں مرشد بھی ایسے ہی ملے جن میں شان ترک و آزادی بہت بڑھی ہوئی تھی چنانچہ پیر جی صاحبؒ اکثر موقعوں پر بڑے جوش اور ناز سے فرمایا کرتے تھے کہ سنو جی میں آزاد ہوں اور آزاد کا غلام ہوں۔

ان سب مجموعہ حالات نے ان کو کچھ ایسا بنا دیا تھا جیسا کہ درویشوں میں ایک فرقہ لامتیہ مشہور ہے یا پے اصطلاح حضرت حاجی صاحبؒ یوں کہتے کہ اولیاء سہلکین میں سے تھے لیکن زیادہ تر صرف زبان کے آزاد تھے اور صاحب عرس و سماع تھے۔ ایسے پابند صوم و صلوٰۃ تھے اور نہایت پر مغزو و پر معنی حکیمانہ درویشانہ باتیں فرمایا کرتے تھے اور مقصود حقیقی کی طلب میں ایسے ایسے ریاضات و مجاہدات شاقہ کئے ہوئے تھے کہ ناک سے دماغ پکھل پکھل کر رہنے لگا تھا اور سوز و گداز کا یہ حال تھا کہ ان کے پاس چلنے سے قلب میں ایک آگ سی لگ جاتی تھی اور دنیا سے نفرت اور تعلقات سے وحشت پیدا ہو جاتی تھی۔ لیکن ان کے بعض اقوال و اعمال بلا تاویل شریعت پر منطبق نہ ہو سکتے تھے اور بعض دفعہ تاویل بھی بعید ہوتی تھی۔ یہ سب کچھ تھا لیکن جس حال میں بھی تھے نہایت صادق تھے۔ ریاکار یا دکاندار نہ تھے۔ غرض حضرت ہیبتہ کے اس شعر کے پورے پورے مصداق تھے۔

آشنایاں شیوہ بیگانگی خوش کردہ اند پاکدماں ہون و آلودہ دماں زہستہ

(واقف کاروں نے کیا انجھی طرح سے بیگانوں کا شیوہ اپنا رکھا ہے کہ پاک

دامن رہنا اور اسے آلودہ کر کے ہینا)

چونکہ زبردست صاحب حال و قال درویش تھے اس لیے صاحب سماع بھی تھے اور وہ بھی ایسے کہ سفر و حضر میں آلات سماع ساتھ ساتھ رہتے جیسا کہ اکثر صاحب سماع درویشوں کا معمول ہے۔

قلم انہیں دہرائی پسند نہیں کرتا۔

ایک مرتبہ قصور میں میاں صاحب ”کچھا احباب کے ساتھ“ گئے تھے۔



رت تھانوی کے ماموں پر اعتراض کا منہ توڑ الزامی جواب

پر لحدی احباب دیکھئے روئے۔

شرقیہ شریف کا واقعہ ہے۔ میاں صاحب ”ایک صبح“ اپنے
تھے ان کا مکان رفت رفت ایک خانقاہ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ اچانک
چلی آئی اور بڑے درد سے بولی بابا! تم بہت لوگوں سے سلوک کرتے

آرزو پوری کرو۔ میں نبی کریم ﷺ کا روضہ دیکھنا چاہتی ہوں۔“ میاں صاحب نے
زنی سے کہا مائی درد شریف پڑھا کرو اور پڑھتے وقت خیال کر لیا کرو کہ تم وہیں ہو۔
نوحیا نے اسی وقت یہ تصور کر کے درد شریف پڑھا اور بے اختیار پکار اٹھی ”خدا کی قسم
میں روئے کے سامنے ہوں۔ میں روئے کے سامنے ہوں۔“ میاں صاحب ”کی

پیشانی پر غل پڑ گئے وہ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ لوگ کسی بھڑوے کا پردہ بھی
نہیں رہنے دیتے۔ بھڑوے کا لفظ انہوں نے اپنے لیے کہا تھا نقل میں تہذیبی بار دا ہے
اس لیے یہاں مجھ پر یہ لفظ دہرایا ہے۔ وہ اس طرح نفس اپنا مارتے تھے۔ یہ شیوہ
میاں صاحب ہی کا نہیں تھا ناموروں میں بہت سی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔

پروفیسر ضیاء الحق نے اپنے والد مولانا اصغر علی رومی کا ایک چشم دید واقعہ بیان
کیا ہے۔ مولانا رومی ایک روز میاں صاحب کے مکان پر گئے میاں صاحب ڈھڑکی

عظیم الشان حضرت مولانا اشرف علی تھانوی

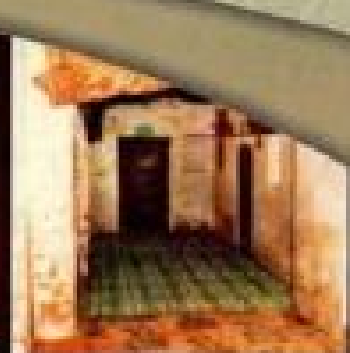
ملفوظات حکیم الامت

ادارہ نالیفات اشرفیہ

بکھ اور امت کی کشتی
1081-4500513-859330

اور فرمایا کہ جنگ و رہاب سے مراد یہ تن تن نہیں بلکہ ملامت غلطی مراد ہے۔ یہ غرض
 ایسے آزادو تھے لیکن پھر بھی اس کا اہتمام تھا کہ عوام کے عقائد نہ بگڑنے پائیں اور شریعت کا
 انتظام بقی رہے وہ ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ باتیں سب یہ کہتے تھے مگر مشکل یہ ہو
 گئی تھی کہ لوگ بگڑتے تھے کیونکہ سمجھتے نہ تھے گو میرے ہاں تھے مگر پھر بھی میں نے لوگوں
 کی مصلحت کی بنا پر ان سے بالکل کنارہ کر لیا تھا اور حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے
 بھی مدد ملی دیکھیری فرمائی خواب میں فرمایا کہ اپنے ہاں مت بیٹھا کرو خارش ہو جائے
 گی۔ اہل تعبیر نے کہا کہ ہے کہ خارش اور جذام کی تعبیر بدعت ہے چاہے غلبہ حال سے معذور
 ہوں لیکن حقیقت تو بدعت ہے۔ میں نے دیکھا کہ عوام پر ان سے میرے تعلق رکھنے کا برا اثر
 پڑتا ہے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ گئی اور لوہر دیکھا کہ جس غرض سے میں نے ان سے
 رجوع کیا تھا وہ غرض بھی حاصل نہ ہوئی یعنی رفع پریشانی بلکہ اور الٹی پریشانی بڑھ گئی تو ادب سے
 عذر کر دیا اور ادب سے تبلیغ بھی کر دی۔ یعنی میں نے ان کو خط میں یہ بھی لکھ دیا کہ میں دعا کرتا
 ہوں کہ تم کابل اور قندھار شریعت کے موافق ہو جائے۔ بس اس پر بکڑ گئے لکھا کہ تم مجھے
 علماء و زنادق ہی رہنے دو تم کو تصدی شریعت مبارک ہو مجھ کو میرا اللہ اور زندگی مبارک ہو۔
 مگر اس فتنے میں بھی یہ رعایت کی لکھا کہ تم جو ان صلاح مقبول الدعا ہو تم یہ دعا میرے لئے
 برکات نہ کرو وہ جو میری ساری عمر کی ایک کمائی ہے کیس جاتی نہ رہے فتنے میں بھی مستعد تھے اخیر
 میں یہ بھی لکھا کہ میں اب بھی حاضر ہوں اگر اس دولت کو لینا چاہو لے لو جو سینہ بہ سینہ حضرت
 علی کرم اللہ وجہہ سے مجھ کو حاصل ہوئی ہے۔ انکا تو میں نے ان کو تھا کیا لیکن پھر بھی اتنی رعایت
 تھی۔ میں نے لکھا کہ میں اس دولت کے لینے کے لئے حاضر ہوں مگر پہلے میرا یہ اطمینان کر دیا
 جائے کہ وہ شریعت کے مطابق ہے ورنہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ پھر کوئی جواب نہیں
 آیا پھر وہ قلعہ بھون تشریف لائے تو میں طے نہیں کیا ویسے دل سے مستعد تھا لیکن علیحدگی کی
 ضرورت تھی میں کیا کروں اسی زمانہ میں ہاں واجد علی صاحب کا انتقال ہوا تھا شکایت کی کہ
 دیکھو میرے بھائی کی تعزیت کے لئے بھی نہیں آیا حافظ عبدالحی صاحب جو حضرت مولانا گنگوہی
 رحمہ اللہ کے مرید تھے اور ہاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے انہوں نے عرض کیا کہ ہر

اشرف السوانح



جلد اول - جلد دوم

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا
محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

کمپیوٹرائزیشن... خانقاہ ابراہیم اشرفیہ
کی نایاب رہنمائی تصاویر کے ساتھ

mthanvi's

بیاضی گار

پیغمبر مہتمم مولانا اشرف علی تھانوی

اشرف السوانح

مصنف

خواجہ عزیز الحسن مجددوب

مدرسہ اشرفیہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند

واقعہ افروز وقار علی بن مختار علی

مکتبہ تھانوی دیوبند

دیں۔ اور یوں (غور کریں تو) دونوں گروہ مخلوق (کی پسند و ناپسند) میں اُلجھ کر رہ گئے ہیں۔ اور اس سے باہر نکلنے کی راہ انھیں دکھائی نہیں دیتی۔ تبھی تو ایک (ریاکار) نے معاملاتِ طریقت ہی سے نااطمئین ہو کر دوسرے (طالبِ ملامت باطنی) نے وہ راستہ اختیار کر رکھا ہے۔ درحقیقت دریش کے دل میں تو حدیثِ حق کے سوا کسی بات کا گزر ممکن نہیں کیونکہ جب خلق سے دل کا تعلق ہی منقطع کر لیا تو اسے ان دونوں چیزوں (ریاکاری اور خواہ مخواہ کی طلبِ ملامت) سے خود بخود فراغت مل گئی اور کوئی چیز اسے پابند و ام کر ہی نہیں سکتی ہے۔

حکایت: ایک مرتبہ ماوراء النہر کے ملائیٹوں میں سے ایک کی صحبت میں رہنے کا اتفاق ہوا۔ جب مجھے اس کی صحبت میں ٹھٹھ آیا تو میں نے کہا: "اے بھائی! یہ تو بتاؤ کہ ان واہی تباہی حرکات سے تمہارا مقصد کیا ہے؟" میں نے کہا کہ: "میں لوگوں کو اپنے اندر جذب کر لینا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا کہ: "بھائی! رکار جہاں دراز ہے (یہ دنیا تو بے شمار مخلوق سے بھری پڑی ہے) تو اتنی عمر، اتنا طویل زمانہ اور یہاں اتنا قیام کہاں سے حاصل کر پائے گا کہ اپنے مقصود کو پاسکے۔ یعنی تمام مخلوق کو اپنے اندر جذب کر سکے۔ لہذا اس سے کیا یہی بہتر نہیں کہ تو اپنے آپ کو مخلوق میں جذب کر دے کہ یہ قہرِ بیکار ہو جائے۔" میں نے کہا کہ وہ ہیں کہ خلق میں مشغول ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ بھی ان میں مشغول ہیں۔ پس کوئی شخص مجھے نہیں دیکھتا تو مجھے غور و فکر اپنی طرف نہ دیکھتا چاہیے۔ تیری خرابی تیری ادنیٰ ہی آنکھ میں مضمر ہے تو مجھے غصے کیا کام ہے جس کا علاج بہرہیز سے ممکن ہو وہ اگر دوا کا طالب بن بیٹھے تو اسے مردِ دانش مند نہیں کہہ سکتے اور ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جو اپنے نفس کی ملامت کے لیے بڑی ریاضت کیا کرتے ہیں تاکہ لوگوں میں خوار و رسوا ہونے کے باعث ان کا نفسِ آداب کا خوگر ہو جائے اور اس کی داد دے کہ نفسی اسے انھیں مل جائے۔ کیونکہ ان کے لیے مسرت و شادمانی کے لمحات وہی ہوتے ہیں جب کہ وہ اپنے نفس کو آفت و ذلت میں گرفتار پائے ہیں۔

حکایت: اور خواجہ ابراہیم اہم کے بارے میں مشہور ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ زندگی میں کبھی آپ کی کوئی مُراد پوری ہوئی ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں دو بار ایسا ہو چکا ہے۔

اپنے عالم میں ہیں سب جدارِ رہتا تھا	دل کے عالم سے ہوا اور وہی عالم اپنا
تماشا دیکھتا ہوں ایک شخص میں نگہ کا	نظر آتا ہے دل میں رنگ کیا جس خواب کی
دریا سے قطرہ قصد کرے کیا دور کا	کیسی نظر حجاب جو مانع ہو نور کا
نام تم نے سن لیا ہے زاہد و اشہد کا	کچھ نہ سمجھے ہونہ جو مجھے ہو کہ وہ کیا چیز ہے
مینا نے دل کو سنگِ دھوڑے فتور کا	مے افتقادِ صاف کی اس میں رہے مدام

ایک بار تو یوں کہ میں کشتی میں بیٹھا ہوا تھا، اور مسافروں میں سے کسی سے میری جان پہچان نہ تھی۔ میں نے بھٹا بڑا لباس پہن رکھا تھا۔ بال بڑھے ہوئے تھے اور ایسی حالت ہو رہی تھی کہ تمام اہل کشتی حقارت آمیز ہڈڑی سے میرا مذاق اڑا رہے تھے۔ انہی میں ایک مسخرہ بھی تھا کہ گھڑی گھڑی میرے پاس آتا اور میرے بال کھینچ کھینچ دیتا۔ اور بعض اوقات انہیں فوج بھی ڈالتا اور یوں مسخرے کے انداز میں مجھے قہرل کر رہا تھا اور میں یوں محسوس کر رہا تھا گویا میری مراد مجھے مل گئی اور اپنے نفس کی رسوائی پر شاد و خرم ہو رہا تھا۔ اور ایک دن تو یہ خوشی انتہا کو پہنچ گئی، ہوا یہ کہ ایک دن وہ مسخرہ اٹھا اور میرے اوپر مٹیاب کر دیا +

دوسری مرتبہ امراد براری یوں ہوتی کہ میں سخت بارش میں ایک گاؤں میں پہنچا اور موسم سرما کی شدید سردی نے مجھے مغلوب کر رکھا تھا۔ میرے بدن کی گدڑی بالکل بھیگ رہی تھی۔ میں ایک مسجد میں ٹھہر گیا۔ لیکن لوگوں نے مجھے وہاں نہ رہنے دیا۔ دوسری مسجد میں گیا، وہاں بھی ایسا ہی سلوک ہوا اور یہی کچھ تیسری مسجد میں ہوا۔ میں تنگ آ گیا۔ اور ادھر سردی میرے جسم پر غالب سے غالب تر ہوتی گئی۔ آخر میں حمام کی جگہ میں جا گھسا اور اپنا دامن اس کی آگ پر پھیلادیا۔ ادھر اس کا دھواں میرے نیچے سے ہوتا ہوا اوپر تک نکل آیا، جس سے میرا لباس اور منہ کالا ہو گیا۔ اور اس رات کو بھی گویا میں اپنی مراد کو پہنچا ہوا تھا۔

اور خود مجھے کہ علی بن عثمان جلالی ہوں اور اللہ سے توفیق کا طالب ہوں، ایک مرتبہ ایک واقعہ پیش آیا۔ اور میں نے اس اُمید پر کہ وہ مسئلہ جلد حل ہو جائے، بے حد کوشش کی۔ لیکن وہ حل نہ ہوا پر نہ ہوا۔ اس سے قبل بھی ایک دفعہ مجھے اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آچکا تھا اور تب میں نے شیخ بایزید کے مزار کی محاورت اختیار کر کے اسے حل کیا تھا۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی میں نے ادھر ہی کا قصد کیا اور تین ماہ تک ان کے مزار پر محاور بنا رہا۔ ہر روز تین مرتبہ غسل کرتا اور تیس بار طہارت کرتا کہ کسی طرح اس کا حال مجھ پر نہ یساں متین میں جہانہ خلق دا ختم درست میں، جہانہ خرق ہونا چاہیے جیسا کہ ملاحیہ میں درج ہے۔

۱۰ "بوجہ تسخیر" کی جگہ "بوجہ تسخیر ہونا چاہیے۔"

۱۱ اوقات خوش آن بود کہ اسباب تعلقی آرزو دے دے دشتم آنم و گرے داشت

۱۲ معلوم ہوتا ہے کہ سفر کئی دن تک جاری رہا

۱۳ مرے منہ پر خاک مل رہی تھی مگر جہاں کی ہر بڑائی ہے مرے لیے بھلائی

مجھے کام سے غرض ہے جو بلا سے جگہ نکلتی منارہ قلندر سزدار ہمن سائی

کہ دنازد و دور ویدم رہ و رسم پار سائی

اور حضرت پیر مرشد کے درمیان اتحاد کہ سمندر حائل۔ سخت خلجان کہ کیونکر مقصود تک رسائی ہو اسی گرواب خیر میں بیچ و تاب کھا رہے تھے کہ اتفاق سے حضرت والا کے ماموں صاحب قبلہ جناب پیر جی لد اعلیٰ صاحب جو ایک مشہور اور زیر دست صاحب حال و قال بلکہ مغلوب الحال درویش تھے جیسا کہ ان کے حالات سے جو باب دوم شرف نسب میں مذکور ہوئے معلوم ہو چکا ہے حیدرآباد سے وطن آتے ہوئے کانپور ہو کر گزرے چونکہ حضرت والا کے مقیم کانپور ہونے کا حال معلوم تھا ازراہ شفقت بزرگانہ بے اختیار ملنے کو جی چاہا اور اتر پڑے چونکہ پیر جی صاحب نہایت آزاد مزاج تھے اس لئے سرائے میں جا کر ٹھہرے اور حضرت والا کو کہلا بھیجا کہ اگر اپنی وضع کے خائف نہ سمجھو تو یہاں آ کر مجھ سے ملناؤ۔ بچپن کے بعد سے نہیں دیکھا دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ اھ

حضرت والا جب بہت کم عمر تھے اور کلام اللہ حفظ کر رہے تھے اس وقت پیر جی صاحب سے بمقام کیرانہ ایک تقریب میں ملاقات ہوئی تھی جس میں حضرت والا کے والد ماجد بھی مع حضرت والا شریک ہوئے تھے اور پیر جی صاحب نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ پیر جی صاحب نے حضرت والا سے ایک رکوع بھی سنا تھا اور دعا بھی فرمائی تھی۔ اس کے بعد پھر ملنے کا موقع نہ ملا تھا۔ کیونکہ پیر جی صاحب کا مستقل قیام بمقام حیدرآباد رہتا تھا اور چونکہ آزاد مزاجی اور شان ترک بہت زیادہ بڑھی ہوئی تھی اس لئے وطن میں بہت کم آتا ہوتا تھا۔

پیر جی کی آزادانہ و قلندرانہ روش

جناب پیر جی صاحب میں انتہا درجہ کی شورش عشق تھی اور بالکل لا ابالی اور قلندرانہ شان رکھتے تھے نیز فطری طور پر طبیعت میں نہایت شوخی و میسائگی اور مزاج میں بے حد چہیا کی و آزادی تھی۔ پھر انہیں مرشد بھی ایسے ہی ملے جن میں شان ترک و آزادی بہت بڑھی ہوئی تھی چنانچہ پیر جی صاحب اکثر موقعوں پر بڑے جوش اور ناز سے فرمایا کرتے تھے کہ سنو جی میں آزاد کا غلام ہوں۔

ان سب مجموعہ حالات نے ان کو کچھ ایسا بنادیا تھا جیسا کہ درویشوں میں ایک فرقہ ملا متیہ مشہور ہے یا بہ اصطلاح حضرت حاجی صاحب یوں کہئے کہ اولیاء مستہلکین میں سے تھے لیکن زیادہ تر صرف زبان کے آزاد تھے اور صاحب عرس و سماں تھے۔ ویسے پابند صوم و صلوة تھے اور

کشف المحجوب

کامستندترین اردو ترجمہ

گنج مرطلوب

اور پروفیسر محمد عبد المجید یزدانی ایم اے

صابری بکڈ پو دیوبند

یو پی

چھٹا باب:

علامت کے بیان میں

مشائخ طریقت کے ایک گروہ نے طریقِ علامت اختیار کیا ہے۔ اور حق بھی یہ ہے کہ خلوصِ محبت میں علامت انتہائی مؤثر اور بحالتِ خود ایک مسلک کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ اور دُنیا بھر میں اہل حق خلق کی علامت کے لیے مخصوص ہیں (یعنی لوگ انہیں علامت کیا ہی کرتے ہیں) خصوصاً اس اُمت کے بزرگ، خدا انہیں برکت دے، اس کے لیے مخصوص رہے ہیں۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ اہل حق کے قائدِ اہل حقیقت کے امام اور مخیر الہی کے پیشوا تھے جب تک کہ دلیلِ حق ان پر ظاہر نہ ہوئی (یعنی نبوتِ عطا نہ ہوئی تھی) اور وحی سے پیوستہ نہ ہوئے تھے، (اس وقت تک) ہر ایک کے نزدیک نیک نام اور انتہائی معزز و محترم تھے۔ لیکن جو منی غلبت دوستی انہیں پہنایا گیا تو لوگوں نے زبانِ علامت یوں دراز کی کہ کسی نے آپ کو کافران قرار دیا، کسی نے شاعرِ کنا شروع کر دیا، کسی نے جھوٹا کہا اور کسی نے کہا کہ دیوانہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی مومنوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ (مومن) علامت اور علامت کرنے والوں سے ڈرتے نہیں۔ وہ علامت کرنے والوں کی علامت سے نہیں ڈرتے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، وہ وسعت دینے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یہ نعمت یوں جاری رہتی ہے کہ جو کوئی اس کا ذکر لوگوں کو سناتا ہے تو دُنیا کے تمام لوگ اس کی علامت پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس (مخلوق کے بدِ فِ علامت) کے دل کو اس علامت کی طرف متوجہ ہی نہیں ہونے دیتا، اور اسی کا نام غیرتِ الہی ہے کہ اپنے دوستوں کو غیر کی نگاہ بد سے محفوظ رکھتا ہے تاکہ کسی کی آنکھ ان کے باطنی حسن و جمال پر نہ پڑ سکے، اور ساتھ ہی وہ غیور اپنے دوستوں کو خود بینی (کی آفت) سے بھی اپنی پناہ میں رکھتا ہے۔ تاکہ

۱۔ اب پست و بلند ایک ہے جو نقشِ قدم ہیں پامال ہوا خوب تو ہموار ہوا نہیں

۲۔ ہنگامِ قیامت تازہ نہیں جو ہوگا ہم اس طرح کے کتے آشوب کر چکے ہیں

۳۔ سورۃ المائدہ آیت ۵۲ (ڈ - ۵۹)

۴۔ ہوتی آتی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں۔